رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۴ جنوری ۱۹۱۹ء | شنبہ | یکم ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ | نمبر ۵

مدینۃ المسیح

۳۱ دسمبر کسی قدر بارش ہوئی۔

یکم جنوری ۱۹۱۹ء کو مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول میں نئے سال کی تقریب کی وجہ سے چھٹی رہی۔

جو احباب کرسمس کی تعطیلات کے موقعہ پر یہاں تشریف لائے ہوئے تھے وہ واپس چلے گئے ہیں۔

یکم جنوری سے اس نئے انتظام کے ماتحت جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ اور جس کے متعلق اسی صفحہ پر حضور کی طرف سے مختصر سا اعلان شائع ہوا ہے کام شروع ہو رہا ہے۔ امید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اسے جماعت کے لئے بہت مفید اور بابرکت بنائیگا

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ضروریات سلسلہ کے پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں۔ جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقعہ اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرتے رہیں۔ اور جماعت کی تمام ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔ فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تالیف و اشاعت ایک ناظر تعلیم و تربیت ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔ اور ان عہدوں پر سر دست ان احباب کو مقرر کیا ہے۔ ناظر اعلیٰ مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تالیف و اشاعت مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تعلیم و تربیت مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب ناظر امور عامہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب ناظر بیت المال مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضاء کو مد نظر رکھکر افتاء کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو اور قضاء کے لئے مکرمی قاضی امیر حسین صاحب، مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی

میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہونگے ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دی جاتی رہیگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے۔ اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔ ابتدائی کام میں بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان احباب کو بیرونجات کے احباب کی بہت مدد کی ضرورت ہوگی۔ جس کے لئے ان کو بہت سا وقت خرچ کرنا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے۔ کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کریں گے۔ اور ہر طرح ان کارکنوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہونگے اور ان کی تحریرات کو میری ہی تحریرات سمجھینگے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار مرزا محمود احمد

اخبار احمدیہ

ایک صوفی صاحب کے انعامی چیلنج کا جواب

چند دن ہوئے کلکتہ میں ایک صوفی صاحب نے ایک ڈینگ ماری تھی۔ جس کا جواب بذریعہ اشتہار انجمن احمدیہ کلکتہ نے مندرجہ ذیل شائع کیا ہے

"صوفی ابوبکر صاحب نے ۲۰ نومبر کو بوقت شب شاہی مسجد دھرمتلہ میں باثنائے وعظ بڑی شدومد سے فرمایا۔ کہ جو صاحب حضرت عیسیٰ کی وفات کو قرآن مجید سے ثابت کردیں۔ تو میں اس کو ایکہزار روپیہ انعام دونگا۔ صوفی صاحب کے اس چیلنج کو انجمن احمدیہ کلکتہ منظور کرکے امید کرتی ہے۔ کہ صوفی ابوبکر صاحب جیسا مشہور و معروف عالم و فاضل اور صوفی بمصداق قول مرداں جان دارد۔ ایک ہزار روپیہ کسی بنک میں جمع کرکے انجمن احمدیہ کلکتہ سے تحریری مباحثہ کرنے کا اعلان شائع کریں گے۔ انجمن ہٰذا صوفی صاحب کے جواب کی منتظر رہیگی۔

بمبئی میں آریوں سے مباحثہ

جناب حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ بمبئی سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۲۱- دسمبر کو مہاشہ رامچند صاحب دہلوی سے مباحثہ ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی عنایت فرمائی (مفصل آئندہ) اور گذشتہ رات خوجوں کے کلب میں بھی کامیاب مباحثہ ہوا۔

ساہیوال میں تبلیغ

برادر منشی منظور احمد صاحب بھیرہ دی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ برادر ڈاکٹر محمد شفیع صاحب وٹرنری اسسٹنٹ جو پچھلے ہی دنوں میں احمدی ہوئے ہیں احمدیت کے بعد اپنے وطن ساڈھورا گئے اور اپنے اعزا و اقارب میں تبلیغ کی جس کا ان لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔ واپسی پر ڈاکٹر صاحب اپنی بیوی اور بھائی وغیرہ کو ساتھ لائے جنہیں منشی منظور احمد صاحب نے تبلیغ کی اور ان کے بقیہ شکوک رفع کئے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیوی اور بھائی نے بیعت کی درخواست حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور بھیجدی اللہ تعالیٰ استقامت دے۔

درخواست دعا

برادر عبداللہ احمدی پنجابی پارچہ فروش اجین کے کاروبار میں کامیابی کے لئے اور برادر صوبہ خان صاحب اور میاں مسلم دین صاحب کی روحانی جسمانی امراض سے نجات کے لئے دعا کی جائے۔

نماز جنازہ

مسماۃ ولایت بی بی زوجہ سید محمد شاہ صاحب پنڈی چری۔ صوبہ خان صاحب سگنلر توپخانہ بنوں کا لڑکا۔ جناب منشی گلاب خانصاحب پنشنر ہتک کا لڑکا اور میاں عبدالعزیز صاحب سکنہ راونیاں فوت ہوگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں۔

نظم

پوری ہوئیں خداوندی کی بشارتیں

از جناب مولوی ابو محمد محفوظ الحق صاحب علمی

کرتے ہو کیوں رسول خدا کی حقارتیں
ڈرتے نہیں ہو سن کے خدائی نذارتیں

انکا و ضد کے گرہیں لیں و نہار ہیں
کردینگی غرق تم کو تمہاری جسارتیں

وہ آنے والا آہی گیا قادیان میں
پوری ہوئیں خداوندی کی بشارتیں

ظلِ خدا بروز محمد وہ شاہ ہے
پہنچی ہیں ہر مقام پہ جس کی سفارتیں

بھیجے ہیں اس نے ایسے سپاہی جہان میں
تبلیغ حق کی جن کو ہیں اچھی مہارتیں

یورپ میں ایشیا میں قریب و بعید میں
قائم ہوئیں اشاعت دیں کی نظارتیں

احمد امام مہدی و ہادی کو مان لو
ڈھائی ہیں جس نے کفر کی اکثر عمارتیں

کیا ہوگیا جو کہتے ہیں سچے کو مفتری
کیوں کر رہے ہیں لوگ یہ ایسی شرارتیں

وہ کرچکے ہیں جامۂ تقویٰ کو تار تار
قطع و برید کرکے لکھی ہیں عبارتیں

حق کی مخالفت میں یہ ہیں گرمجوشیاں
آتی ہیں بات بات پہ اُن کو حرارتیں

بندے یہ تیرے دیکھ لیں تیرے مسیح کو
اللہ ان کو بخش تو ایسی بصارتیں

علمی در نبی کا میں ادنیٰ فقیر ہوں
اس فقر پر نثار ہوں لاکھوں امارتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۴ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

امت محمدیہ میں مجدد

موجودہ صدی کے مجدد کا مطالبہ اور اسکے پورا کرنے سے پہلوتہی

(۴)

موجودہ صدی کے مجدد کے اس مطالبہ کے متعلق کہ۔

"یہ بتلا دیا جائے کہ اس صدی چہاردہم کا مجدد کون آیا۔ حسب ارشاد رسول اکرم ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ حالانکہ آغاز صدی ہو کر ۳۶ سال ہوتے ہیں۔ پھر کون مجدد آیا"

مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"پہلے حدیث مجدد کے الفاظ دیکھنے ضروری ہیں۔ تاکہ اس کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ ہو کیونکہ سائل نے جو عبارت مرزائی معترض کی نقل کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس معترض نے حدیث کے الفاظ دیکھے ہیں۔ نہ سائل نے پڑھے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی پر ایسے لوگ پیدا کریگا جو امت کو ٹھیٹھ دین سکھلائیں گے"

حدیث کا یہ ترجمہ کرنے کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے ملا علی قاری کا یہ خیال اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کہ اس حدیث میں من سے مراد ایک شخص نہیں۔ بلکہ بہت سے لوگوں کی جماعت مراد ہے" چونکہ ملا علی قاری کا خیال کسی کے لئے حجت نہیں ہے اس لئے اسے نظر انداز کرتے ہوئے۔ ہم قرآن کریم کے اس حوالہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تائید میں مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"اس تشریح کی مزید تائید لغوی (لٹریری) طور پر قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں ارشاد ہے ومن الناس من یقول آمنا باللہ و بالیوم الآخر وما ھم بمومنین۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ اس آیت میں من کی طرف ھم کی ضمیر پھیرنے میں اشارہ ہے۔ کہ من معزد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔"

اس آیت کو پیش کرنے سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا منشا یہ ہے۔ کہ جس طرح اس میں من جمع کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح حدیث میں جو من ہے۔ وہ بھی واحد کے لئے نہیں۔ بلکہ جمع کے لئے ہے۔ اس لئے اس سے ایک صدی کے شروع میں کسی ایک مجدد کا مبعوث ہونا مراد نہیں لیا جا سکتا تھا۔ بلکہ بہت سے مجدد مراد ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ اس آیت سے انھوں نے جو کچھ اخذ کیا ہے۔ وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ "من معزد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے" اور اس سے ہمیں بھی انکار نہیں ہے۔ البتہ قابل غور یہ ہے کہ جب من معزد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ تو پھر کس طرح پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ فلاں موقع پر جمع کے لئے آیا ہے۔ اور فلاں مقام پر معزد کے لئے اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ قرینہ سے پتہ لگایا جائے۔ اور دیکھا جائے۔ کہ جس عبارت میں من آیا ہے۔ اس میں جمع کا قرینہ موجود ہے۔ یا واحد کا۔ اگر جمع کا ہو تو من جمع کے لئے سمجھا جائیگا۔ اور اگر واحد کا ہو تو واحد کے لئے خیال کیا جائیگا۔ چنانچہ خود مولویصاحب نے جو آیت پیش کرکے من کا جمع کے لئے آنا دکھایا ہے۔ اس میں انھوں نے جمع کی ضمیر ھم کے قرینہ سے ہی دکھایا ہے۔ پھر اس آیت میں آمنا اور بمومنین کے صیغے بھی جمع کے استعمال ہوتے ہیں۔ جو من کا جمع کے معنے میں ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

پس یہ قرینے ہیں۔ اس بات کے کہ اس آیت میں جو من آیا ہے وہ جمع کے لئے ہے۔ مفرد کے لئے نہیں۔ اور کوئی شخص ان قرینوں کے ہوتے ہوئے ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ من جمع اور مفرد دونوں کے لئے آتا ہے اس لئے یہاں میں اس سے مراد مفرد لیتا ہوں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے جمع کے قرینے رد کئے ہیں اسی طرح جہاں جمع کے قرینے نہ ہوں بلکہ مفرد کے ہوں وہاں من جمع کے معنوں میں لینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ اب اس بات کو مد نظر رکھکر حدیث زیر بحث کو دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے من کو جمع کے معنوں میں استعمال کیا جائے۔ بلکہ اس کے برخلاف مفرد کے قرینے موجود ہیں۔ چنانچہ اس میں من کے ساتھ ہی یجدد واحد کا صیغہ موجود ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ من

جمع کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ مفرد کے لئے آیا ہے اور یہاں جمع کے معنوں میں سمجھنا۔ ایسی ہی نادانی اور جہالت ہے۔ جیسی کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں مَن کے مفرد کے معنوں میں سمجھنے میں ہے۔

پس جب صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جو مَن آیا ہے۔ وہ جمع کے لئے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مفرد کے لئے ہے۔ تو یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کہ "مجدد سے مراد ایک شخص نہیں۔ بلکہ بہت سے لوگوں کی جماعت مراد ہے"۔ کیونکہ جب تک جمع کا کوئی قرینہ نہ ہو اس وقت تک مَن کو جمع کے لئے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں گے۔ کہ اس حدیث میں کونسا قرینہ ہے جس سے وہ مَن کو جمع کے لئے قرار دیتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اور دوسروں کو مبتلا کرنے کی کوشش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ

"پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے ہر صدی کے شروع میں تمام اسلامی دنیا میں چند لوگ ایسے پیدا ہوتے ہیں۔ جو اپنے اپنے مقام پر شہر یا گاؤں اپنی اپنی وسعت اور مقدرت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور شرک و بدعت کو مٹانے میں کوشاں ہوتے ہیں۔"

سمجھ میں نہیں آتا مولوی صاحب نے کس علم و عقل کی بنا پر حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ دوسروں کو تو وہ کہتے ہیں کہ "نہ اصل معترض نے حدیث کے الفاظ دیکھے ہیں۔ نہ سائل نے پڑھے ہیں"۔ لیکن خود الفاظ سامنے رکھنے کے باوجود ایسے حواس باختہ نظر آتے ہیں۔ کہ کچھ کا کچھ کہہ رہے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ کہ حدیث کے الفاظ ان کے بیان کردہ معنوں کے متحمل بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر صدی کے شروع میں تمام اسلامی دنیا میں چند لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی وسعت اور مقدرت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت کرتے اور شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں اور انھیں کو مجدد کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے متعلق دیکھنا یہ ہے کہ یہ مطلب حدیث کے الفاظ کے کہاں تک مطابق ہے۔ اگر اس بات سے قطع نظر بھی کر لیجائے کہ لغوی لحاظ سے حدیث کے الفاظ سے ایک صدی میں ایک ہی مجدد کے مبعوث ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ تو بھی مولوی ثناء اللہ صاحب کا بیان کردہ مطلب درست نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ اس میں جہاں مجدد کے مبعوث ہونے کی خبر دیگئی ہے۔ وہاں صدی کے شروع میں مبعوث ہونے کی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ جس کا اعتراف مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ

"ہر صدی کے شروع میں چند لوگ ایسے پیدا ہوتے ہیں"

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہر صدی کے شروع میں پیدا ہونے والے چند لوگ دینی اور مذہبی لحاظ سے صدی کے بقیہ حصہ میں پیدا ہونے والے لوگوں پر کوئی خاص فضیلت اور بڑائی رکھتے ہیں۔ اگر رکھتے ہیں تو کیا اور اگر نہیں رکھتے۔ تو کیا صرف صدی کے شروع میں پیدا ہونے کی وجہ سے انھیں اس حدیث کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ اگر صرف یہی وجہ ہے تو پھر "چند لوگ" کیوں مخصوص کئے جاتے ہیں۔ کیوں صدی کے شروع میں پیدا ہونے والے تمام کے تمام لوگوں کو اسی حدیث کا مصداق نہیں ٹھہرایا جاتا۔ ہاں اگر صدی کے شروع میں پیدا ہونے والے اپنے ساتھ والوں کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی دینی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے اس حدیث کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ تو کیا بقیہ صدی میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے جو اس زمانہ میں دوسروں کی نسبت زیادہ دینی خدمات سرانجام دیں۔ اگر ہو سکتے ہیں اور یقیناً ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ہوتے رہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ انھیں اس حدیث کا مصداق نہ ٹھہرایا جائے۔ اس لحاظ سے ان کے متعلق بھی کہنا پڑیگا۔ کہ وہ بھی اس حدیث کے مصداق ہیں کیونکہ ان میں بھی اس حدیث کا مصداق بننے کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کی یہ شرط پائی جاتی ہے کہ "وہ اپنے اپنے مقام پر شہر ہو یا گاؤں اپنی اپنی وسعت اور مقدرت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت کرتے ہیں اور شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں"۔ لیکن کیا اس سے "ہر صدی کے شروع میں" کی شرط جو نہایت صفائی کے ساتھ حدیث میں مذکور ہے باطل اور لغو نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ جب صدی کے ہر حصہ میں پیدا ہونے والے لوگ اس حدیث کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ تو شروع صدی میں پیدا ہونیوالوں کی کوئی تخصیص نہ رہی۔ اب یا تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ کہنا چاہیے کہ ہر صدی کے شروع میں پیدا ہونے کی شرط فضول ہے۔ یا یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہر صدی کے شروع میں ہی ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو اپنی اپنی وسعت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت کرتے اور شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ صدی کے بقیہ بہت بڑے حصہ میں پیدا ہوتے رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی وسعت اور مقدرت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت نہیں کرتا۔ اور نہ ہی شرک و بدعت کے مٹانے کے لئے کوشاں ہو سکتا ہے۔ یا یہ

کہنا چاہتے۔ کہ حدیث میں جو ہر صدی کے شروع میں مجدد کی جو شرط مذکور ہے۔ وہ فضول اور لغو ہے ہم دیکھینگے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ان دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت اختیار کرتے ہیں۔ آیا اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ شروع صدی کے سوا اس کے باقی حصہ میں پیدا ہونیوالے تمام کے تمام انسان بے دین اسلام سے دور شرک و بدعت کے پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی شخص خادم دین اور مروج سنت سید المرسلین نہیں قرار دیتا۔ یا یہ کہ حدیث میں جو شروع صدی کی شرط ہے۔ وہ لغو ہے۔

خدا کا عذاب بشکلِ طاعون

ایک مدت سے ہندوستان میں طاعون جسقدر تباہی اور بربادی کا موجب بن رہی ہے۔ اس کا کسیقدر اندازہ میجر نارمن وائٹ کمشنر حفظان صحت ہند کی اس سالانہ رپورٹ سے ہو سکتا ہے۔ جس میں انہوں نے گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں طاعون کے ذریعہ سے ہلاک اور ناکارہ ہونے والے انسانوں کی تعداد درج کی ہے۔ ان کے اندازہ کے مطابق اس عرصہ میں ایک کروڑ آدمی ہلاک اور اتنے ہی اس کے حملہ سے ہمیشہ کے لئے کمزور اور ناقابل کاروبار ہو گئے ہیں۔ اس طاعونی دستبرد کے متعلق اخبار ہمدم رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ "یوں سمجھنا چاہئے کہ بالاوسط ہر سال ۵ لاکھ آدمیوں کی عظیم تعداد ملک سے طاعون کی بدولت کم ہو جاتی ہے۔ اور قریباً اتنے ہی آدمی اس کے حملہ کی وجہ سے کمزور ہو کر دیگر امراض کے بآسانی شکار ہو جاتے ہیں۔ یا زندہ رہکر سوسائٹی پر بار ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال بیحد افسوسناک ہے۔ اور کوئی محب وطن ان اعداد کو رنج و قلق کا احساس کئے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ جو مہیب اور عالمگیر جنگ اس وقت ختم ہوئی ہے۔ اس میں مجروحین و مقتولین کی مجموعی تعداد کا تخمینہ ایک کروڑ لگایا گیا ہے۔ لیکن بدنصیب ہندوستان کو نامراد طاعون کی بدولت گذشتہ ۲۰ سال میں اتنی ہی آبادی سے محروم ہونا پڑا ہے۔ اور کروڑوں روپے اس وبا کے انسداد و علاج کی تدابیر میں سرکاری و پرائیوٹ ذرائع سے خرچ ہوئے ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ گورنمنٹ نے اپنی طرف سے اس ہولناک مرض کے استیصال میں بہت کوشش کی اور دیگر تدابیر کے علاوہ ٹیکہ کو بھی رواج دیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ سرکاری کوششیں بالکل ناکافی ثابت ہوئیں۔ اور آج ہندوستان جملہ ممالک عالم سے زیادہ طاعونی دستبرد کے خطرہ میں ہے"۔

یہ لکھنے کے بعد معاصر مذکور نے گورنمنٹ کو پہلے کی نسبت زیادہ انسدادی تدابیر اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور محکمہ حفظان صحت کو رسالوں اور لیکچروں وغیرہ کے ذریعہ سے اصول حفظان صحت لوگوں کے ذہن نشین کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جو اچھی بات ہے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ معاصر موصوف کا خیال طاعون کی دستبرد سے بچنے کے لئے ظاہری ساز و سامان اور تدابیر کی طرف تو گیا ہے لیکن اس مذہبی اصل کی طرف نہیں گیا۔ جو یہ ہے۔ کہ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر (۴۲-۲۹) جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ پھر وہ تو تمہاری بداعمالیوں کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہوتی ہے اگر تمہاری کارروائیوں کے مطابق مصیبت آئے تو نہ معلوم تمہارا کیا حشر ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہاری بہت سی خطاؤں کو بخش دیتا ہے۔

ہر ایک وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ مذکورہ بالا اصل کی صداقت کا اعتراف کرے۔ اور جب مخلوق کو مصائب اور آلام میں گھرا ہوا دیکھے۔ تو جہاں ان سے بچنے کے لئے مادی تدابیر سے کام لینے کی تاکید کرے۔ وہاں اپنے اعمال اور اطوار کی اصلاح کرنے کی طرف بھی توجہ دلائے۔ کہ انہیں کا بگاڑ دراصل ہر قسم کے مصائب کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کہ معاصر ہمدم طاعون کے پھیلنے اور خطرناک نقصان پہنچانے کی یہ وجہ تو تسلیم کرتا ہے کہ "ہندوستان کی پبلک عام طور سے بوجہ ناکافی تعلیم کے اصول حفظان صحت سے بالکل ناواقف ہے"۔ لیکن اس طرف اشارہ تک نہیں کرتا کہ اس کے افعال و اطوار اعمال و کردار اخلاق و عادات کیسے ہیں۔ وہ کس قسم کے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہے۔ کیسے کیسے ناجائز اور ناروا افعال کی مرتکب ہو رہی ہے۔ حالانکہ یہی پہلو ایسا ہے کہ تباہی و بربادی سے بچنے کے لئے اس کی اصلاح کی نہایت ضرورت ہے۔ اور جب تک اس کی طرف توجہ نہیں کی جائیگی ناممکن ہے کہ دنیا تباہی سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ طاعون دراصل خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ جو لوگوں کی بدکرداریوں کی وجہ سے نازل ہوا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مرزا صاحب نے اس کے آنے سے کئی سال پیشتر بتا دیا تھا۔ نہ کہ طاعون اصول حفظان صحت کی ناواقفیت کی وجہ سے پھیل رہی ہے۔ اس لئے جب تک دنیا برائیوں سے باز نہ آئیگی۔ اور اپنی اصلاح نہ کرے گی۔ اس وقت تک ناممکن ہے۔ کہ اصول حفظان صحت کے ذریعہ یہ عذاب دور ہو سکے۔ جیسا کہ اس وقت تک کا تجربہ شاہد ہے۔ پس اگر دنیا اس عذاب سے محفوظ رہنا چاہتی ہے۔ تو اس کا ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ کہ اپنے اعمال اور افعال میں اخلاق و عادات میں اصلاح کرے اور برائیوں اور بدکاریوں سے بچے۔

خطبہ جمعہ

مختصر وعظ کو بھی توجہ سے سننا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ
(فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ باہر سے کچھ دوست آئے ہوئے ہیں اس لئے میرا ارادہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے چاہے تو کل چند منٹ ان کے لئے کچھ بیان کروں۔ اگرچہ خطبہ اسی غرض سے ہوتا ہے۔ کہ اس میں ایسے امور بیان کئے جاتے ہیں۔ جو جماعت کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ لیکن آج کسی قدر میرے حلق میں تکلیف ہے۔ اس لئے آج کی بجائے کل پر انحصار رکھتا ہوں۔

لوگ مختصر بات کی طرف توجہ نہیں کرتے

اس وقت مختصر طور پر سورہ فاتحہ کی آیت اھدنا الصراط المستقیم کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ میں نے بار بار بیان کیا ہے۔ کہ اس زمانہ کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی ہے۔ کہ لوگ مختصر بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کہا تو جاتا ہے۔ کہ قل و دل اچھا کلام وہی ہوتا ہے۔ جو مختصر اور بادلالت ہو۔ لیکن باوجود اس کے اگر دو ایک فقرہ میں کوئی بات کہی جائے۔ تو لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ عام طور پر لمبی تقریریں سننے اور لیکچروں میں بیٹھنے کی لوگوں کو عادت ہو گئی ہے جس طرح لوگوں کو اور عادتیں ہوتی ہیں

اسی طرح بعض لوگوں کو لیکچر سننے کی عادت ہوتی ہے۔ پھر جس طرح مثلاً افیونی کی عادت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تو افیون کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو تقریر سننے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ بھی جوں جوں پرانے خرانٹ ہوتے جاتے ہیں ان کی یہ عادت بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ ان لیکچر سننے والوں میں سے اکثر یہ کہیں گے کہ لیکچرار نے اتنی دیر تک تقریر کی۔ مگر اس مجلس میں بہت کم ہونگے جو یہ سوچیں کہ کیا کہا۔ یہ تو کہیں گے کہ چار گھنٹہ تقریر کی۔ مگر اس سے غرض نہیں رکھیں گے۔ کہ اس چار گھنٹے کی تقریر میں بیان کیا کیا۔

تو بہت لوگوں کے نزدیک کسی مقرر کا کمال یہ ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ وہ ان الفاظ میں بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص بڑا صاحب کمال ہے۔ کہ اس نے اتنی دیر تک تقریر کی لیکن وہ اسکی تقریر کی طرف توجہ نہیں کرینگے۔ خواہ وہ اتنے عرصہ میں بکواس ہی کرتا رہا ہو یا اس نے اس عرصہ میں قرآن کریم کے معارف کے دریا بہا دیئے ہوں۔

ایک خطیب کا قصہ

حضرت مسیح موعود ایک خطیب کا ذکر سناتے تھے۔ کہ وہ لیکچر کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کا مضمون رقت والا تھا۔ ایک شخص آیا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں تنگڑی (یہ زمینداروں کا وہ سہ شاخہ آلہ جس سے وہ بھوسہ وغیرہ درست کیا کرتے ہیں) تھی جتنے حاضرین تھے ان پر تو اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن وہ زمیندار تھوڑی ہی دیر بعد رونے لگ گیا۔ واعظ کی جو شامت آئی۔ اور اس کے دل میں ریا پیدا ہوئی تو اس نے خیال کیا کہ یہ میرے وعظ سے متاثر ہوا ہے۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو انسانوں کے قلوب بھی کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہیں جو گھنٹوں کے بیٹھے وعظ سن رہے ہیں لیکن ان پر مطلق اثر نہیں ہوا مگر یہ ایک اللہ کا بندہ ہے کہ اس پر فوراً اثر ہو گیا ہے۔ اور یہ رو پڑا ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو بتانے کے لئے اس سے پوچھا میاں کس بات نے تم پر اثر کیا۔ کہ تم رو پڑے۔ اس نے کہا کل اسی طرح میری بھینس کا بچہ اڑا اڑا کے مر گیا تھا۔ جب میں نے آپ کی آواز سنی تو وہ یاد آگیا۔ اور میں رو پڑا یہ سنکر خطیب بہت شرمندہ ہوا۔

خطبوں میں بیٹھنے والوں کی نیتیں۔

پھر بہت لوگ ہوتے ہیں۔ جو خطبوں وغیرہ میں اس نیت سے بیٹھتے اور سنتے ہیں۔ کہ دیکھیں خطیب نے اردو کی کیا کیا غلطی کی۔ یا پنجابی میں بیان ہے۔ تو پنجابی ٹھیٹھ ہے یا نہیں۔ یا دیکھتے ہیں فلاں شخص کے کھڑے ہونے۔ یا ہاتھ مارنے یا سر ہلانے کا کیا انداز ہے اور بولتے ہوئے کیا کیا حرکات کرتا ہے۔ اور جو وہ مضمون بیان کرتا ہے۔ اس کی طرف ہرگز ہرگز ان کا دھیان نہیں ہوتا۔

یہ کیوں ہے؟ محض اس لئے کہ وہ عادت کے طور پر وعظ یا لیکچر سنتے ہیں ان کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ مضمون کیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی عادت سے اسی طرح مجبور ہوتے ہیں جس طرح افیونی کھانا افیون کی اور جس طرح افیونی کو اس سے مطلب نہیں ہوتا کہ میں افیون کیوں کھاتا ہوں۔ اسی طرح ان کو بھی پتہ نہیں ہوتا۔ کہ ہم تقریر کیوں سنتے ہیں۔

پس جس طرح افیونی کی عادت افیون کھانا ہوتی ہے۔ اسی طرح انکی عادت تقریر سننا ہوتی ہے اور جس طرح وہ ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ عادت بھی ایک مصیبت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس طرح افیونی کے حواس مختل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے..

رسول کریم کا ایک مختصر وعظ

دراصل کلام مختصر نہایت اعلیٰ درجہ کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ رسول کریم نے فرمایا کلمتان

حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان - ثقیلتان فی المیزان - سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم - دو کلمے ہیں جو اللہ کو پیارے ہیں اور بولنے لگو تو آسان ہیں - لیکن اگر تو لنے لگو تو بڑے بوجھل ہیں - وہ کیا ہیں - سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ اور سبحان اللّٰہ العظیم ہیں اب اگر ایک شخص تشہد کے بعد اما بعد کہہ کر اور یہ حدیث پڑھ کر بیٹھ جائے تو اس نے وقت ضائع نہیں کیا - کیونکہ دانا کے نزدیک وہ بات پسندیدہ ہے - جو زبان پر ہلکی اور میزان میں وزندار ہو - کیونکہ غرض تو مطلب اور مغز سے ہے نہ کہ لمبی اور زیادہ گفتگو سے - مثلاً اگر پندرہ روپیہ کی بجائے ایک اشرفی اٹھانی پڑے تو انسان اسکو پسند کریگا - کیونکہ بوجھ سے بچ جائیگا - اور کوئی دانا یہ نہیں کہیگا کہ میں پندرہ روپیہ کو چھوڑ کر ایک کو نہیں لیتا - ہاں ایک بچہ کے آگے ایک اشرفی اور دس روپے رکھ دو تو بچہ اشرفی کی بجائے روپوں کی طرف جھپٹیگا - لیکن عقلمند جانتا ہے - کہ اشرفی اگرچہ اٹھانے میں کم وزنی ہے - مگر حقیقت میں اور قیمت میں دس روپیہ سے کہیں زیادہ ہے -

اس طریق کو پہلے زمانہ کے لوگ خوب سمجھتے تھے - کہ مختصر طور پر عمدہ بات کہہ دی جائے رسول کریم کے خطبے اس کی مثال ہیں - مگر یہ بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لمبا خطبہ نہیں کہہ سکتے تھے - آپ نے باوجود عمر کے لحاظ سے پیری میں ہونے کے ایک دفعہ صبح سے شروع کر کے شام تک خطبہ پڑھا نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر تقریر شروع فرما دیتے - پس یہ نہیں کہ آپ لمبی تقریر نہیں کرسکتے تھے - ضرور کر سکتے تھے - اور ضرورت کے وقت کرتے تھے لیکن مختصر سے مختصر وعظ بھی فرماتے تھے - جس میں نہایت قیمتی اور زرّیں باتیں بیان فرماتے تھے -

قرآن ایک مختصر وعظ ہے

درجہل اگر لمبی تقریر کیا مغز نہیں ترکہ

کچھ نہیں - اور اگر مختصر تقریر میں مغز ہے تو وہ نہایت قیمتی ہے - آپ لوگ اگر مختصر وعظ سیکھنا چاہیں تو قرآن کریم کو پڑھیں - اس کے ایک ایک لفظ میں اگر تم غور کرو گے - تو لمبے لمبے لیکچر شروع ہو جائیں گے - پھر سارے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے - جو کہ نماز میں معمولی طور پر تیس سے پچاس مرتبہ تک روزانہ پڑھی جاتی ہے مگر کم ہیں جو جان سکتے ہیں - کہ انہوں نے اتنی دفعہ قرآن کریم کو ختم کیا ہے - عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت علی جب گھوڑے پر سوار ہونے لگتے تو ایک رکاب سے دوسری میں قدم رکھنے کے وقفہ میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے - بعض نے اسکو بالکل جھٹلایا - اور بعض نے اسکو معجزہ بتایا کہ مگر نہ یہ بالکل غلط ہے اور نہ معجزہ ہے - بات دراصل یہ ہے کہ حضرت علی قرآن کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے - سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون - اور جس نے قرآن کا کوئی حصہ پڑھا اور اس پر عمل کیا وہ اس سے بہتر ہے کہ جس نے سارا پڑھا - اور کچھ بھی عمل نہ کیا - پس جب حضرت علی قرآن کی اس آیت کو پڑھتے تھے - تو گویا وہ قرآن کو ختم کر لیتے تھے - اس وقت میں نے جو سورہ فاتحہ پڑھی ہے - وہ ایک مختصر وعظ ہے - جو مختصر بھی ہے اور آسانی سے پڑھا بھی جاتا ہے - دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں وہ مطالب ہوں جو قرآن کریم کے مسائل کے مقابلہ میں پیش ہو سکیں - پس جب سورہ فاتحہ پڑھو تو اھدنا الصراط المستقیم کو مد نظر رکھو - یہ آیت عملیات کی طرف توجہ دلاتی ہے - اس کی پہلی آیات اعتقادات کی طرف متوجہ کرتی ہیں دوسرا حصہ جو اھدنا الصراط المستقیم سے شروع ہوتا ہے عملیات کی طرف توجہ دلاتا ہے - یہ سات

مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی تبدیلیٔ عقیدہ

اگرچہ یہ سوال فی نفسہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ تبدیلیٔ عقیدہ کا سلسلہ دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے - لیکن جناب مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلیٔ عقیدہ اپنے اندر ایک خاص جدت رکھتی ہے جس کی وجہ سے اس سوال کو ایک حد تک لوگوں کی دلچسپی حاصل کرنے کا حق حاصل ہو گیا ہے - اور وہ جدت یہ ہے کہ مولوی صاحب اس تبدیلی سے بالکل انکاری ہیں - اور ان کا دعویٰ ہے کہ میرے عقیدہ میں قطعاً کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی - اور نہ اس بارہ میں میری پہلی اور پچھلی تحریروں میں کوئی اختلاف ہے - حالانکہ یہ تبدیلی روز روشن کی طرح نمایاں ہے - مولوی صاحب کی پہلی اور پچھلی تحریریں مسئلہ نبوت کے متعلق اپنے اندر وہی اختلاف رکھتی ہیں جو دن اور رات میں پایا جاتا ہے - ان کی اس وقت کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ "میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام ہی کی بیخکنی سمجھتا ہوں - بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے - اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے - تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو" (اخبار پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۱۱۹ پرچہ ۶-اپریل ۱۹۱۵ء) "آپ فی الواقع نبی نہیں - بلکہ مجازی طور پر خدا نے نبی نام رکھ دیا ہے" "مجاز تو کہتے ہی اسے ہیں کہ فی الواقع وہ چیز نہیں ہے" "کیا مجازی رنگ میں انسان کو شیر نہیں کہہ دیا جاتا" "ہم ان کو اسی طرح پر

جزوی اور ظلی[عہ] نبی مانتے ہیں جو جزوی اور ظلی نبوت گو اکمل اور اتم رنگ میں آپ کو دیگئی ہو۔ مگر اس کا دروازہ سب اولیائے امت سب مجددین کے لئے کھلا ہے۔" (القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار) یعنی جس طرح ایک انسان کو بشیر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب کو نبی کہا جاسکتا ہے اور یہ آپ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اس طرح سے اس امت کے ہر ایک ولی اور مجدد کو نبی کہا جاسکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر مرزا صاحب کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ آپ فی الواقع نبی نہیں ہیں۔ اور جو چیز آپ کو دیگئی ہے۔ وہ صرف جزوی نبوت ہے۔ جو اس امت کے دوسرے تمام اولیاء کو بھی حاصل ہے۔ (کیونکہ جزوی نبوت سے مراد رویا صالحہ ہے جس کو کوئی بھی ولی خالی نہیں۔)

اس کے مقابل پر آپ کی سابقہ تحریرات کا نمونہ دیکھئے۔ ۱۹۰۵ء میں خواجہ غلام الثقلین نے عصر جدید میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے خلاف بحث اٹھا کر اور اپنی طرف سے چار معیار صداقت قرار دیکر ان کے رو سے آپ کی صداقت پر اعتراض کیا (اس کے قائم کردہ معیار یہ ہیں عدل و انصاف کفایت شعاری۔ سعی و محنت اور اتفاق قومی) جس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا کہ "خواجہ غلام الثقلین نے ان اصول کے قائم کرنے میں جن کی رو سے وہ کسی مدعی نبوت کے سچ یا جھوٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے۔ ...... میں خواجہ صاحب سے دو باتیں پوچھتا ہوں۔ اول یہ کہ جس شخص میں یہ چاروں اوصاف پائے جاتے ہونگے۔ وہ اس کو نبی ماننے کے لئے تیار رہینگے؟ اور دوم یہ کہ آیا ایک متعصب آدمی۔ جو ایک نبی کے خلاف رائے قائم کرچکا ہے۔ جیسے آپ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرچکے ہیں۔ وہ ایسی مبہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ یا نہیں" "سچے اور جھوٹے کے درمیان خدا تعالیٰ نے یہ امتیاز رکھا ہے۔ کہ سچے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور تائید دیجاتی ہے۔ اور مفتری مخذول اور ہلاک ہوتا ہے۔" (ریویو جلد ۴ ص۱)

"مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے" (جلد ۴ ص۱۲)

"امتیازی نشان سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں وہ ہے۔ جس کو قرآن کریم نے اس پختہ اور حتمی وعدہ کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ کہ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا۔ "نصرت اور تائید اس طرح جو سلسلہ نبوت کے ساتھ خاص ہے جھوٹے مدعی کو کبھی نہیں ملتی" (جلد ۵ ص۱۱) جس پر خواجہ غلام الثقلین نے یہ اعتراض کیا کہ "شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کرے گا۔...... شیطان اپنے اس خیال میں سچا ہو گیا...... (۲) بنی اسرائیل کی عورتوں کو چھوڑ کر فرعون اور قوم فرعون ان کے بچوں کو قتل کر دیتی تھی۔...... (۳) مسیح مصلوب ہوئے اور یہود نے فتح حاصل کی۔ ...... (۴) خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے بجز ۲ کے ۵ نفس دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔"

جس پر مولوی صاحب نے ریویو جلد ۵ (ص۱۱ صفحہ ۴۳۲) میں اس کا یہ جواب دیا کہ "بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتا دیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا شیطان مدعی نبوت ہے۔ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے مدعی نبوت تھے۔ کیا خلفائے اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے؟ اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے۔" مولوی صاحب کے اس جواب کا ایک ایک لفظ کمال صفائی کے ساتھ بتا رہا ہے کہ اس تحریر کے لکھنے کے وقت وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زمرۂ انبیاء میں سے یقین کرتے اور سچے دل سے آپ کو نبی مانتے تھے۔ ورنہ جس وقت معترض نے آپ کو مدعی نبوت قرار دیکر آپ پر اعتراض کیا تھا۔ اس وقت سب سے پہلا فرض مولوی صاحب کا یہ ہونا چاہئے تھا کہ آپ پر سے اس اتہام دعوے نبوت کو اٹھاتے۔ لیکن مولوی صاحب نے بجائے اس کے اٹھانے کے اسے تسلیم کیا اور صریح لفظوں میں آپ کو بار بار مدعی نبوت اور سلسلہ

عہ مولوی صاحب نے جزوی کے ساتھ ظلی کا لفظ لگا کر سخت مغالطہ پیدا کرنا چاہا ہے۔ کیا ہم حضرت اقدس کے ظلی نبی ہونے کے منکر ہیں (نعوذ باللہ منہ) بحث تو صرف لفظ جزوی میں ہے جس کے معنی صرف سچے خواب تک کے ہیں جن کے رو سے کچھ بعید نہیں۔ کہ خود مولوی محمد علی صاحب کو بھی اپنے متعلق جزوی نبی ہونیکا دعویٰ ہو۔ مگر حضرت اقدس کا دعویٰ صرف اس قدر نہیں۔ بلکہ آپ اظہار علی الغیب کے مدعی ہیں۔ جو زمرۂ انبیاء کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ جیسا کہ خود مولوی صاحب اپنی قلم سے لکھ چکے ہوئے ہیں کہ "قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اظہار علی الغیب کے لفظ انبیاء اور رسل کے لئے مخصوص [illegible]

نبوت میں شامل بتایا اس پر بھی اکتفا نہ کر کے مزید توضیح اس طرح سے کی کہ ایک ہی معنی ہیں۔ بار بار مشترک طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کے لئے لفظ نبی کا اطلاق کیا اور ایک نبی پر اعتراض ہونے کا ذکر کر کے اس لفظ نبی کا ایک فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرا آپ کو بتایا۔ اور پھر مزید توضیح کرنے کے لئے کھول کر یہ بھی بتا دیا کہ آپ پر یہ لفظ نبی انہی معنوں میں صادق آتا ہے جن میں حضرت مسیح علیہ السلام داخل ہیں۔ اور آپ اس زمرۂ انبیاء کے ممبر ہیں جس کے ممبر حضرت عیسیٰ بن مریم تھے اور کہ یہ وہ مفہوم نبی ہے جس میں اس اُمت کے دوسرے اولیاء اور محدثین داخل نہیں ہیں ظاہر ہے اس اُمت میں امام مہدی کے سوا باقی سب سے افضل خلفاء اربعہ کو مانا گیا ہے اور حضور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور ان سے بڑھ کر کوئی شخص اس اُمت میں سے اولیاء امت میں شمار ہونے کا مستحق نہیں ہے اسی طرح حضرت عمر کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمت میں محدث کے نام کا سب سے اول درجہ پر مستحق بیان فرمایا ہے۔ غرض خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے کسی کی ولایت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ پس مولوی صاحب نے ان سب کو غیر نبی بتا کر اور بالمقابل حضرت اقدس کے لئے اس کا ان معنوں میں اطلاق معین کر کے بتا دیا ہے کہ یہ لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق آتا ہے اس بات کو روز روشن کی طرح ہویدا کر دیا کہ اس تحریر کے لکھنے کے وقت وہ آپ کو زمرۂ انبیاء و رسل میں داخل اور فی الواقع آپ کو نبی اور رسول مانتے تھے۔

اسی طرح اور بھی سینکڑوں حوالے ہیں جن میں مولوی محمد علی صاحب نے کھول کھول کر حضرت اقدس کے نبی اور رسول ہونے کا اقرار کیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس جگہ ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے جو صاحب انہیں مطالعہ میں لانا چاہیں۔ وہ رسالہ "مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلئ عقائد" دفتر انجمن ترقی اسلام قادیان سے منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔) مولوی محمد علی صاحب اس کے جواب میں ایک تو یہ عذر کرتے ہیں کہ صرف لفظ نبی کا دکھا دینا تبدیلئ عقیدہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ لفظ ہماری بعد کی تحریرات میں بھی حضرت اقدس کے لئے موجود ہے۔ مگر یہ سراسر مغالطہ ہے ناظرین خود معلوم کر سکتے ہیں کہ پہلی اور پچھلی تحریروں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ پہلی تحریریں حضرت اقدس کو آنحضرت اور حضرت عیسیٰ والے زمرۂ انبیاء کا فرد بتاتی ہیں۔ اور بعد والی آپ کو اس زمرہ سے خارج کر کے زمرۂ محدثین و اولیاء امت میں داخل کرتی۔ اور زیادہ سے زیادہ آپ کو ناقص اور جزوی نبی بتاتی ہیں۔ علاوہ اس کے پہلی تحریروں میں بار بار لفظ نبی و رسول کا بغیر کسی قید کے حضرت اقدس کے لئے اطلاق کر کے پڑھنے والے کے ذہن میں آپکی حیثیت نبوت و رسالت کی اور آپ کا دعویٰ نبوت و رسالت کا بٹھایا گیا ہے۔ اور پچھلی تحریریں اس کے بالکل برعکس ہیں۔

دوسرا عذر وہ یہ کرتے ہیں۔ کہ یہ لفظ میری تحریروں میں کہیں کسی ایک آدھ جگہ پر اتفاقی طور پر آ گیا ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں جگہ انھوں نے حضرت اقدس کو انہی معنوں میں نبی اور رسول مانا اور ظاہر کیا ہے۔ جن معنوں میں گذشتہ انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے۔ (نیز کیا وجہ کہ اتفاقاً اقرار نبوت ہی ہوا۔ انکار نبوت کہیں اتفاقاً بھی نہ ہوا)

تیسرا عذر یہ کرتے ہیں کہ یہ لفظ محدث کی جگہ پر احمدیہ لٹریچر میں عام طور پر استعمال ہوتا رہا ہے لیکن یہ بھی غلط بات ہے۔ اگر کسی نے جہالت اور بےخبری کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو یہ ایک الگ صورت ہے۔ ورنہ حضرت اقدس کے نہایت تاکیدی متعدد اعلان اس کے خلاف موجود ہیں۔ بلکہ حضرت اقدس نے اس کے خلاف یہاں تک زور دیا ہے۔ کہ پیشتر جن جن آپکی تحریروں میں محدث کے لئے نبی کا جزوی اور ناقص نبی کے الفاظ بھی استعمال ہوئے تھے۔ ان کے متعلق اعلان فرمایا کہ انھیں منسوخ شدہ اور کاٹے ہوئے سمجھا جائے اور آئندہ کبھی ان معنوں میں اس لفظ کو استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس سے دھوکا پیدا ہوتا ہے پس کیا حضرت اقدس کے ان تاکیدی اعلانوں کے باوجود آپکی تعلیم کے خلاف مولوی صاحب اس لفظ کو بمعنی محدث استعمال کرتے رہے تھے؟ ایک عذر انھوں نے یہ بھی کیا ہے۔ کہ میرے بعض انگریزی مضامین کا ترجمہ اور لوگوں نے کیا تھا لیکن یہ بھی باطل عذر ہے۔ کیونکہ اول تو اردو کی نسبت انگریزی مضامین میں اور بھی صراحت کے ساتھ آپ کی نبوت کا اقرار پایا جاتا ہے۔ (انگریزی مضامین میں نہایت کثرت سے گویا سطر سطر میں مولوی صاحب نے حضرت اقدس کے لئے پرافٹ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہی لفظ انگریزی زبان میں انبیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور کوئی لفظ اس زبان میں اس کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ جیسا کہ انگریزی زبان کے فاضلوں سے معلوم ہوا ہے) دوسرے جن مضامین کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہ انگریزی میں شائع نہیں ہوئے۔ اردو میں ہی مولوی محمد علی صاحب نے لکھے تھے۔ تیسرے جن مضامین کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب اور لوگوں سے کرواتے تھے۔ ان کے درست کرنے سے پہلے کاتب کو مضمون نہیں دیتے تھے۔ اور پروف بھی خود ہی دیکھتے تھے۔ اور ہر طرح سے وہ ان کی تصحیح اور درستی کے ذمہ دار تھے۔ پس مولوی صاحب کے یہ تمام عذرات نامعقول ہیں۔ اب ایک عذر مولوی صاحب نے یہ بھی کیا ہے۔ کہ میری تحریروں میں لفظ نبی سے مراد مامور ہے۔ چونکہ خلفاء اربعہ اور سبطین غیر مامور تھے اور حضرت اقدس

اس لئے آپکو نبی اور انھیں غیر نبی کہا گیا۔ مگر یہ عذر بھی نہایت ہی بودا ہے۔ بھلا جب مولوی صاحب کے نزدیک حضرت اقدس غیر نبی مامور تھے۔ تو ایک غیر نبی کے لئے وہ خود اپنے عقیدہ کے خلاف نبی کا لفظ کیونکر لکھ سکتے تھے۔ علاوہ اس کے خلفاء اربعہ میں حضرت عمرؓ تو داخل ہی ہیں۔ جنہیں خود آنحضرت نے سب سے اول درجہ پر محدث قرار دیا ہے۔ پس اگر وہ بھی مامور نہیں تھے۔ تو معلوم ہوا کہ ماموریت کا تعلق صرف انبیاء کے ساتھ ہے۔ جو شخص نبی نہیں وہ مامور بھی نہیں۔ پس نبی سے مراد مامور بتانے سے بھی مولوی صاحب کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ اور حضرت اقدس کی نبوت کا اقرار قائم اور ثابت رہا۔ غرض مولوی صاحب اپنی سابقہ تحریروں میں حضرت اقدس کو نبی رسول پیغمبر۔ موعود نبی۔ نبی آخر الزمان۔ پیغمبر آخر الزمان فارسی الاصل نبی۔ مدعی نبوت اور مدعی رسالت وغیرہ وغیرہ ان تمام ناموں سے ذکر کرتے رہے ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ اور شرعاً اور عرفاً کسی غیر نبی کے لئے استعمال نہیں ہو سکتے نہ ہوتے ہیں۔ اور جا بجا آپ کو زمرۂ انبیاء میں سے بتاتے۔ اور آپکی نبوت کو بعینہ وہی انبیاء علیہم السلام والی نبوت ظاہر کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی بار بار لکھتے رہے ہیں۔ کہ امت محمدیہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے۔ اور نہ آیت خاتم النبیین کے یہ معنی آئندہ کے لئے نبوت کو بند کرتے ہیں لیکن اب وہ ان تمام اپنے سابقہ بیانات کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ محض ایک محدث۔ غیر نبی۔ جزوی نبی ناقص نبی زمرۂ انبیاء سے خارج۔ نبی کے لفظ سے موسوم ہو سکتے ہیں تمام غیر نبی اولیاء امت کی طرح۔ اور اس لفظ نبی کے ویسے ہی مصداق کہلا سکتے ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کہا گیا۔ اور یہ کہ آئندہ کے لئے سلسلہ نبوت بالکل بند ہو چکا ہے اور امت محمدیہ میں بھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر فی الواقع مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ (۱) ان کی سابقہ تحریروں میں کہیں بھی حضرت اقدس کو محدث۔ غیر نبی۔ جزوی نبی۔ ناقص نبی وغیرہ نہیں کہا گیا۔ کیا کہیں ایک جگہ بھی ان میں سے کوئی لفظ وہ حضرت اقدسؑ کے لئے دکھا سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کی کسی سابقہ تحریر میں یہ نہیں لکھا۔ کہ آپکی نبوت انبیاء والی نہیں۔ بلکہ محدثین والی ہے۔ یا یہ کہ آپ زمرۂ انبیاء سے خارج ہیں۔ یا یہ کہ آپ کو اسی طرح نبی کہا جا سکتا ہے۔ جس طرح آنحضرت کو خدا کہا جا سکتا ہے۔ (۲) ان کی سابقہ تحریروں میں تمام اولیاء امت میں سے کسی ایک کو بھی کبھی انھوں نے نبی۔ رسول۔ پیغمبر وغیرہ ان ناموں سے نہیں پکارا جن کے ساتھ کہ وہ حضرت اقدس کو ہمیشہ بار بار پکارتے رہے ہیں (۳) جہاں انھوں نے حضرت اقدس کے لئے سینکڑوں جگہ نبی۔ رسول پیغمبر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہاں انھوں نے کہیں کسی ایک جگہ بھی صراحتاً یا اشارۃً کسی رنگ میں نہیں بتایا۔ کہ ان الفاظ سے ان کی اصلی اور حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ انھیں یونہی محض بطور مبالغہ حضرت اقدس کے لئے استعمال کیا گیا ہے انھیں اصلی معنوں میں استعمال شدہ سمجھا جائے۔ (۴) جن الفاظ کے معنی اب متنازعہ فیہ ہو گئے ہوں جیسے ظلی بروزی۔ غیر حقیقی۔ مجازی۔ غیر حقیقی مجازی۔ غیر مستقل امتی وغیرہ) ان میں سے بھی کبھی کوئی لفظ ان کی سابقہ تحریروں میں حضرت اقدس کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ حالانکہ اب ان الفاظ کے بغیر حضرت اقدس کے لئے لفظ نبی کے استعمال کو موجب کفر بتایا جاتا ہے۔ (۵) کہیں بھی اپنی سابقہ تحریروں میں حضرت اقدس کی نبوت کی نفی نہیں کی۔ اور نہ کسی معترض کے جواب میں جس نے حضرت اقدس کو مدعی نبوت بتایا ہو اسے اتہام اور جھوٹا الزام قرار دیا گیا بلکہ ہر ایک ایسے موقع پر اس بات کو صرف تسلیم کر لیا جاتا رہا بلکہ خود بڑے زور سے اسی پیش کیا گیا۔ (۶) ہمیشہ یہی لکھتے رہے کہ آنحضرت کی امت کے لئے نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ آیت خاتم النبیین آئندہ کے لئے سلسلہ نبوت کو بند کرتی ہے۔ اور اس کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی انھوں نے نہ لکھا۔ امید ہے کہ

ایک جواب کی مزید تشریح

"شانتی سروپ مرتد کے اعتراض اسلام پر" کے عنوان سے جو مضمون الفضل کی اشاعت مورخہ ۲۰-دسمبر ۱۹۱۵ء میں لکھا گیا ہے۔ اس میں مرتد مذکور کے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ ایک کے وضو ٹوٹنے سے سب کی نماز جاتی رہتی ہے دو جواب دیئے گئے تھے۔ اول یہ کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس کا وضو ٹوٹتا ہے۔ اسی کی نماز جاتی ہے۔ نہ کہ دوسرے کی۔ دوم امام کے متعلق ایک صورت پیش کی گئی تھی کہ اگر اس کا وضو ٹوٹ جائے۔ تو مقتدیوں کی نماز پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ مگر اس کے متعلق ہم اتنی اور تشریح کر دیتے ہیں۔ کہ یہ بھی اس وقت جبکہ امام اپنی بجائے مقتدیوں میں سے کسی اور کو کھڑا نہ کرے ورنہ شریعت کا فتویٰ ایسی حالت میں یہ ہے کہ اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو امام خود پیچھے ہٹ جائے اور اپنی جگہ امامت کیلئے کسی دوسرے شخص کو کھڑا کر دے۔ اس صورت میں سوائے امام کے کسی کی نماز بھی نہیں جاتی۔ پس شانتی سروپ کو رکا یہ اعتراض بالکل غلط اور باطل ہے کہ ایک کے وضو کے ٹوٹنے سے سب کی نماز جاتی رہتی ہے۔

فراق پسر

اے بشیر احمد مرے ٹکڑے جگر کے دلربا
ہم سے رخصت ہو کے تو مولا سے اپنے جا ملا

تھا ہمارے پاس تو حق کی امانت اے عزیز
ہم نہیں کرتے خدا کے حکم پر چون و چرا

گو دلِ مغموم کو اب صبر کی طاقت نہیں
پر خدا کا ہاتھ ہے اس دل کو ہر دم تھامتا

اب تو دنیا میں ترا ملنا بہت دشوار ہے
ہاں قیامت میں ملیں گے پر اگر چاہے خدا

جب ملیں تمکو مشرف اور فاطمہ بھائی بہن
پیار سے دونوں کو چمٹا کر گلے لینا لگا

حشر کے دن مانگ کر حق سے اجازت اے عزیز
تم جہاں رہتے ہو ہمکو بھی وہاں لینا بلا

[illegible] (رقمہ نظام الدین [illegible])

[illegible]

فہرست نومبائعین

یہ نمبر شمار جنوری ۱۹۱۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ مگر اسے بالکل کمل نہ سمجھنا چاہئے۔ بعض ایسے لوگ جو قادیان آکر بیعت کرتے ہیں اُن کے نام محفوظ رکھنے کی اس وقت تک کوئی مناسب تدبیر نہیں کی گئی۔ پھر بعض ڈاک کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کے نام بھی مہتمم ڈاک کی فہرست سے کسی نہ کسی باعث سے رہ جاتے ہیں۔ دفتر الفضل کو جس قدر نام مہیا ہو سکتے ہیں۔ ان کو شائع کر دیا جاتا ہے۔ اور انھیں کا یہ نمبر شمار ہے۔ (ایڈیٹر)

(بابت ۱۱ نومبر ۱۷ء)

نمبر	نام	مقام
۱۴۳۷	جمال الدین صاحب	کپور تھلہ
۱۴۳۸	فتح دین صاحب	،،
۱۴۳۹	اہلیہ اللہ دتا صاحب	،،
۱۴۴۰	اہلیہ فتح دین صاحب	،،
۱۴۴۱	کمال الدین صاحب	،،
۱۴۴۲	کفایت اللہ صاحب	اٹاوہ
۱۴۴۳	والدہ شیر محمد صاحب	کپور تھلہ
۱۴۴۴	مولوی عبداللہ صاحب	ضلع گورداسپور
۱۴۴۵	اہلیہ بدرالدین صاحب	جہلم
۱۴۴۶	دختر بدرالدین صاحب	،،
۱۴۴۷	پیرا دتہ صاحب	،، لائل پور
۱۴۴۸	اہلیہ پیرا دتہ صاحب	،، ،،
۱۴۴۹	چنن صاحب	،، ،،
۱۴۵۰	اہلیہ نور محمد صاحب	،، گورداسپور
۱۴۵۱	اہلیہ مبارک علی شاہ صاحب	لدھیانہ
۱۴۵۲	محمد عزیز اللہ خاں صاحب	شاہجہانپور
۱۴۵۳	آمنہ بی بی صاحبہ	بنگال
۱۴۵۴	صاحب النساء صاحبہ	،،
۱۴۵۵	شاعر النساء صاحبہ	بنگال
۱۴۵۶	وعظ الدین صاحب	،،
۱۴۵۷	محمد عبدالسبحان صاحب	،،
۱۴۵۸	اہلیہ کریم داد خان صاحب	ضلع ڈیرہ غازیخان
۱۴۵۹	فیض اللہ خاں صاحب	،، ،،
۱۴۶۰	عنایت اللہ خانصاحب	،، ،،
۱۴۶۱	ماہ زہرہ بی بی صاحبہ	،، ،،
۱۴۶۲	ماہ امیری بی صاحبہ	،، ،،
۱۴۶۳	فتح محمد صاحب	پٹیالہ
۱۴۶۴	عطا محمد صاحب	،،
۱۴۶۵	محمد صدیق صاحب	،،
۱۴۶۶	عبدالکریم صاحب	،،
۱۴۶۷	نعمت بی بی صاحبہ	،،
۱۴۶۸	جان بی بی صاحبہ	،،
۱۴۶۹	محمد رمضان صاحب	،،
۱۴۷۰	اہلیہ حسن الدین خاں صاحب	کریم نگر
۱۴۷۱	بابو عبدالغنی صاحب	راولپنڈی
۱۴۷۲	رحمت خاں صاحب	جالندھر
۱۴۷۳	عبدالرحمن صاحب	پونچھ
۱۴۷۴	قادر بخش صاحب	ضلع گورداسپور
۱۴۷۵	منشی فتح محمد صاحب	،،
۱۴۷۶	مولوی سید نعمت علی شاہ صاحب	جالندھر
۱۴۷۷	ڈاکٹر محمد علی صاحب	فیروزپور
۱۴۷۸	اہلیہ محمد علی صاحب	،،
۱۴۷۹	دختر ،،	،،
۱۴۸۰	عطا محمد خاں صاحب	،،
۱۴۸۱	بابو صدرالدین صاحب	،،
۱۴۸۲	اہلیہ چودھری شکر اللہ خاں صاحب	ضلع سیالکوٹ
۱۴۸۳	ولایت علی صاحب	لدھیانہ
۱۴۸۴	انور علی صاحب	گوجرانوالہ
۱۴۸۵	خوشی محمد صاحب	،،
۱۴۸۶	محمد دین صاحب	ضلع گجرات
۱۴۸۷	میاں ننھے خاں صاحب	فرید آباد
۱۴۸۸	اہلیہ ،،	،،
۱۴۸۹	قاضی عبدالرشید صاحب	سیالکوٹ
۱۴۹۰	فضل الدین صاحب	گوجرانوالہ
۱۴۹۱	محمد حسن صاحب	لاہور
۱۴۹۲	حبیب اللہ صاحب	شاہجہانپور
۱۴۹۳	شیر محمد صاحب	نورپور
۱۴۹۴	فتح بی بی صاحبہ	ضلع گجرات
۱۴۹۵	عبداللہ صاحب	،، ،،
۱۴۹۶	سیدی بی صاحبہ	،، ،،
۱۴۹۷	عائشہ بی بی صاحبہ	،، ،،
۱۴۹۸	صغرا بیگم صاحبہ	،، ،،
۱۴۹۹	مصطفائی بیگم صاحبہ	،، مظفر نگر
۱۵۰۰	لطیف احمد	،، ،،
۱۵۰۱	شریف احمد صاحب	،، ،،
۱۵۰۲	امیدی بی صاحبہ	،، گوجرانوالہ
۱۵۰۳	حسن بی صاحبہ	،، ،،
۱۵۰۴	ریشم بی بی صاحبہ	،، ،،
۱۵۰۵	فاطمہ بی بی صاحبہ	،، ،،
۱۵۰۶	ابراہیم صاحب	ضلع لدھیانہ
۱۵۰۷	عبداللہ رانا صاحب	،، ،،
۱۵۰۸	دلو صاحب	،، ،،
۱۵۰۹	اہلیہ جیون صاحب	،، لائل پور
۱۵۱۰	حسین بخش صاحب	،، گورداسپور
۱۵۱۱	محمود صاحب	،، گجرات
۱۵۱۲	سلطان محمد صاحب	،، جھنگ
۱۵۱۳	محمد علی صاحب	،، گجرات
۱۵۱۶	محمد صاحب	جھنگ
۱۵۱۷	رمضان صاحب	،،
۱۵۱۸	مولاداد صاحب	ضلع گجرات
۱۵۱۹	رحمت خاں صاحب	،، ،،
۱۵۲۱	عمر بی بی صاحبہ	،، ،،
۱۵۲۲	اہلیہ منشی عبدالعزیز صاحب	،، انبالہ
۱۵۲۳	اہلیہ دیوان شاہ صاحب	،، سیالکوٹ
۱۵۲۴	سید محمد طاہر صاحب	بھاگلپور
۱۵۲۵	علی محمد صاحب	ضلع جالندھر

نمبر ۱۵۲۰ عمر بی بی صاحبہ ضلع گجرات ۱۵۱۴ غلام محی الدین صاحب الہ آباد ۱۵۱۵ احمد خاں صاحب الہ آباد

یورپ کی خبریں

مسٹر ولسن لندن میں لندن ۲۶- دسمبر پریزیڈنٹ ولسن کی تشریف آوری کے وقت ڈوور کی طرح لندن میں بھی موسم پر کہر کا اثر تھا فرانسیسی کروزروں نے مسٹر ولسن کی رہنمائی کی آدھے رستے تک حفاظت کی۔ جہاں انھیں امیر البحر کنیر سلے۔ ڈوور پہنچنے کا اعلان توپوں کی سلامی سے ہوا۔ ایک بڑے گروہ نے جو جہازوں کے پاس کھڑا تھا۔ بڑے زور شور سے چیرز دیئے ملک معظم کی طرف سے ڈیوک آف کناٹ نے پریزیڈنٹ سے ملاقات کی۔ اور میئر نے ایڈریس پیش کیا۔ جب مسٹر ولسن چیرنگ کراس اسٹیشن سے روانہ ہوئے اس وقت ٹاور اور ہائیڈ پارک سے ۴۱ توپیں سر کی گئیں۔ جلوس کا تمام راستہ خوب آراستہ تھا۔ نہ صرف بڑی بڑی عمارات بلکہ معمولی مکانات بھی سجے ہوئے تھے۔ لوگ بہت پہلے سے جمع تھے اور چیرنگ کراس اسٹیشن سے باہر ٹریفالگر سکوائر ہائیڈ پارک اور محل کے سامنے جم غفیر تھا۔ آرائش کی کارروائی نہایت ہی شاندار تھی۔ یونین جیک اور امریکن جھنڈے ہوا میں جہازوں پر لہرا رہے تھے۔ ملک معظم و ملکہ معظمہ اور شاہی خاندان کے دیگر ارکان مسٹر لائڈ جارج۔ مسٹر بالفور۔ لارڈ کرزن۔ لارڈ رابرٹ سیسل مسٹر بونر لا۔ جنرل بوتھا۔ جنرل سمٹس۔ سر رابرٹ بورڈن مسٹر آسٹن چیمبرلین لارڈ چانسلر مسٹر جارج بارنس۔ سر ایرک۔ گیڈس۔ لارڈ میئر۔ امیر البحر ونز اور جنرل رابرٹسن۔ دیگر امیر البحر اور جنرل مسٹر ہیوز اور مہاراجہ بیکانیر ان معزز نمائندوں میں تھے جنہوں نے اسٹیشن پر پریزیڈنٹ کا استقبال کیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسٹر لائڈ جارج مسٹر بالفور اور لارڈ رابرٹ سیسل کی ملاقات پریزیڈنٹ سے نہایت مخلصانہ تھی گرانڈیر کے دستوں نے امریکن ترانہ گایا۔ جس وقت یہ تمام پارٹی شاندار شاہی گاڑیوں میں سٹیشن سے باہر آئی تو ہشیار آدمیوں نے اس زور سے خوش آمدید کے نعرے بلند کئے۔ کہ لندن میں پہلے نہیں سنے گئے تھے۔ اس شور سے توپوں کی گرج اور گھڑیالوں کی آواز اور محافظ ہوائی جہازوں کا شور مات ہوگیا۔ مسٹر ولسن نے اپنی ٹوپی اتار کر لوگوں کو سنجیدہ پیشانی سے سلام کیا۔ جب جلوس بکنگھم پیلس کے قریب پہنچا تو ملکہ، الگزنڈرا ملکہ ناروے شہزادی وکٹوریا وغیرہ باہر تشریف لے آئیں۔ جب پریزیڈنٹ کی گاڑی وہاں سے گذری تو مسٹر ولسن جھکے اور شاہی خاندان کے افراد کو سلام کیا۔

ہفتے کے دن وائی کونٹ گرے کی سرکردگی میں لیگ آف نیشنز کا وفد پریزیڈنٹ سے ملاقات کرے گا۔ اس وفد میں لارڈ برائس جنرل سمٹس اور پروفیسر گلبرٹ مرے شامل ہونگے۔

اٹلی اور طرابلس - لندن ۲۷- دسمبر روما وزیر نوآبادیات نے ملاقات کے دوران میں اس بات سے انکار کیا۔ کہ اٹلی طرابلس میں کوئی فوج بھیج رہا ہے۔ یہ محض اس سامان کے طرابلس بھیجنے کا سوال ہے۔ جو جنگ یورپ کے آغاز میں وہاں سے لیا گیا تھا۔ اور یقین دلایا کہ ساحل کی حفاظت بھی ہو سکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ سنوسیوں کا سردار بادشاہ سے اظہار عقیدت کے لئے ایک وفد روانہ کرنے والا ہے۔

جنگ میں فرانسیسی نقصانات

لندن ۲۷- دسمبر پیرس۔ ڈپٹیوں کے دیوان میں یہ اعلان کیا گیا کہ یکم نومبر ۱۹۱۸ء تک فرانسیسی نقصانات حسب ذیل تھے

مقتول افسر ۳۱۳۰۰
" سپاہی ۱۰۴۰۰۰۰
مفقود افسر ۳۰۰۰
" سپاہی ۳۱۱۰۰۰
قیدی افسر ۸۳۰۰
" سپاہی ۴۳۸۰۰۰

مانٹی نگرو اور سرویا - لندن ۲۲- دسمبر۔ کوپن ہیگن۔ ٹگرام کا ایک پیغام مظہر ہے کہ مانٹی نگرو کی پارلیمنٹ نے سرکاری طور سے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ مانٹی نگرو سرویا سے ملحق ہوگیا ہے۔

قیصر اور قیصرہ کی علالت لندن ۲۲- دسمبر فرنکفرٹر زیٹنگ رقمطراز ہے۔ کہ معزول شہنشاہ بیگم نیا سال مشکل سے دیکھیگی وہ مرگی اور اختلاج قلب سے بیمار ہے۔ معزول قیصر بھی سخت بیمار ہے۔ اس کے کان کی بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا اثر اس کے دماغ تک جا پہنچے گا۔

برلن میں بے چینی - لندن ۲۷- دسمبر ایمسٹرڈم۔ برلن کی حالت ابھی تک تشویش انگیز ہے۔ اگرچہ حالت کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ بولشویکوں نے حکومت کی تباہی کے لئے اپنی کوششوں کو خیر باد نہیں کہا۔ آخر الذکر اپنے اختیارات کا استعمال کرنے سے ڈرتے رہے تمام معاملات خونریزی کے رنگ میں رنگے جانے لگے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے اکثر دستے بولشویکوں سے جا ملے۔ اس وقت [illegible] کے محل میں قیصر کی آرامگاہ میں [illegible] ہے۔ اور قیصر کے کھانے کا کمرہ ان ملاحوں کی لاشوں سے بھرا پڑا ہے۔ جو لڑائی میں مارے گئے بڑی بڑی قیمتی دریاں خون آلود ہیں۔ حکام ہزار دل مشتبہ چال چلن کے ملاحوں۔ سپاہیوں اور مردوں۔ عورتوں کو محل میں یورش کرنے سے روکنے کے ناقابل ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے بیانات سے پایا جاتا ہے کہ ہنڈنبرگ، وفادار دستوں کی معیت میں اتحادیوں کی اجازت سے برلن کی طرف آ رہا ہے

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لیے شائع ہوا